لاہور کی ایک وجہ تسمیہ

از جناب میجر خواجہ عبدالرشید صاحب۔آئی۔ایم۔ایس

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کی تصنیفِ لطیف (شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ) پڑھتے وقت جب نبوت وحکمت کے موضوع پر پہنچا تو صفحہ ۲۰۷ پر ایک نوٹ میری نظر سے گذرا جو یہ ہے۔

"میری تحقیق یہ ہے کہ تبت کا مرکزی شہر لاسہ دراصل "لاہ سہ" ہے۔ یعنی بیت اللہ یہ شہر آرین اقوام کی تہذیب کا پرانا مرکز ہے۔ میں نے مولانا حمیدالدین مرحوم سے اس کا ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ خدائے تعالیٰ کے نام کا یہ مادہ "لاہ" مذہبی دنیا کا قدیم ترین لفظ معلوم ہوتا ہے جو تمام مذاہب میں معمولی اختلاف سے مستعمل ہوتا رہا ہے۔"

میں اس تحقیق کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جو درج ذیل ہے۔

کچھ عرصہ ہوا کہ میں نے خود ایک اس قسم کا نظریہ قائم کیا تھا مگر جرأت نہ ہوئی کہ بغیر کسی ثبوت کے اس کو ظاہر کروں۔ مولانا کی تحقیق پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ ثبوت کی چنداں ضرورت نہیں۔ نظریہ بذاتِ خود ایک ثبوت ہے چونکہ تحقیق ہے! مولانا حمیدالدین کی نظرِ دقیق حقیقتاً اس تہ پر پہنچی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ جہاں پر انسان کی دماغی کاوشیں تمام مذاہب کے آغاز اور مقصد کی یگانگت محسوس کرتی ہیں اور اس چیز کا احساس ہونے لگتا ہے کہ یہ جو اختلافات موجود ہیں تو یہ محض وقت کے مراحل طے کرنے میں پیدا ہوگئے ہیں ایسے اختلافات کے وجوہ بے انتہا ہیں۔

بہرحال اس سے ایک چیز واضح ہوجاتی ہے کہ خداوند کریم کا تخیل تمام مذاہب میں

زمانۂ قدیم سے اس وقت تک ایک ہی رہا ہے، فقط اس کے مفہوم کی ادائیگی میں اختلافِ تخیل خلل انداز ہوا، یا پیروانِ مذاہب کی ذہنی تشکیل اس مذہبی تحلیل کو برداشت نہ کرسکی اور اس میں رخنہ پڑگیا۔ جسقدر کہ ہر مذہب کے مفسرین نے اپنی استعداد کے مطابق نئی نئی تصریحیں شروع کردیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ طرح طرح کی اصطلاحات پیدا ہوگئیں جن کا سمجھنا تو درکنار عقل کے لئے ان کا ادراک بھی مشکل ہوگیا۔

پنجاب کا دارالخلافہ لاہور، مختلف ناموں سے پکارا جاچکا ہے۔ اس لفظ کی موجودہ شکل زمانۂ قدیم سے چلی آرہی ہے صرف کبھی کبھار اس کے تلفظ میں اختلاف واقع ہوجاتا تھا۔ لاسہ کی طرح یہ بھی میری رائے میں "لاہ" اور "اُور" کا مرکب ہے اور اس کے معنی بھی بیت اللہ ہیں۔ اب وہی یہ بات کہ "اُور" کا مفہوم ہیں نے کس طرح "بیت" بنا لیا تو اس کے متعلق میری ذیل کی تحقیق پیش خدمت ہے۔ لیکن اپنا نظریہ پیش کرنے سے پیشتر میں شہر لاہور کے قدیم ہونے کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں اس کی قدیم تاریخ کو جہاں اس کا تعلق ایک خاص آرین گروہ جس کو "ہوری" (Hurees.) کہا جاتا ہے اس کا ذکر کرکے یہ ثابت کرونگا کہ لاہور دراصل "لاہ اُور" ہے یعنی بیت اللہ!

یہ امر واقعی ہے کہ لاہور ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک شہر ہے بلکہ کچھ بعید نہیں کہ مستقبل کا مورخ یہ بات ثابت کردے کہ لاہور کا زمانہ ہڑپا (Harappa) اور موہنجودارو (Mohenjodaro) کا زمانہ تھا۔ جو لوگ لاہور کے رہنے والے ہیں یا جن کو کبھی غور کی نظر سے لاہور کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے تو وہ جانتے ہوں گے کہ لاہور کا پورا نا شہر فصیل کے اندر واقع ہے اور گردونواح کی زمین سے اصل شہر بلندی پر واقع ہے۔ یہ چیز شہر کے جنوبی حصہ کی طرف سے اس قدر واضح تھی جتنی شمال کی جانب سے نمایاں ہے۔ اور اگر شہر کی فصیل کے ساتھ ساتھ ہوکر دیکھا جائے تو تب بھی یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ لاہور کا اصلی شہر ایک ٹیلے پر واقع ہے یعنی ایک Mound پر ہے۔ یہ امر اور اچھی طرح سے واضح

ہو سکتا ہے جب ہم شہر کے اندر داخل ہو کر اس کے مختلف گلی کوچوں میں سیر کریں تو معلوم ہو گا کہ متعدد گلیاں ایسی ہیں جہاں پہنچنے کے لئے بیس یا تیس سیڑھیاں چڑھنا پڑتی ہیں اور بہت سے بازار ایسے ہیں جن کی سڑکوں میں بہت نمایاں نشیب و فراز ہے۔ یہ بات خود ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ شہر ایک ٹیلے پر واقع ہے۔

جن اصحاب نے مشرق وسط (Middle East) کی سیر کی ہے اور انھیں قدیم شہر یا ان کے آثار کے مطالعہ کرنیکا اتفاق ہوا ہے تو وہ فوراً یہ چیز سمجھ جائیں گے کہ تمام قدیم شہر یا ان کے آثار بلندی پر واقع ہیں۔ جو نو آباد ہیں وہ بالکل لاہور کی طرح واقع ہیں۔ عراق میں کرکوک، اربیل اور موصل کے شہر سب سے زیادہ قدیم ہیں۔ کرکوک اور اربیل۔ خاص کر اربیل کے متعلق تو مورخوں کا یہ بیان ہے کہ تمام دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے اس وقت صرف ایک موجود ہے جو ہمیشہ سے آباد چلا آتا ہے یعنی معدوم نہیں ہوا بالکل جس طرح کہ بابل یا آشور ہو چکے ہیں۔

اسی طرح دمشق کی بھی یہی کیفیت ہے اور جو قدیم آثار اس وقت موجود ہیں مثلاً بابل، قلعہ شرکت (آشور) وغیرہ تو وہ بھی ٹیلوں پر ہی واقع ہیں۔ موصل کے قریب جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مزار ہے تو وہ قصبہ بھی بلندی پر واقع ہے اور بہت قدیم جگہ ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے ٹیلے کے قریب نمرود ہے۔ اس کے آثار بھی ایک ٹیلے پر موجود ہیں، گویا شہروں کی بلندی یا ان کا ٹیلوں پر واقع ہونا ایک اس امر کی دلیل بن گئی ہے کہ شہر قدیم ہے۔

یہ ٹیلے کہاں سے آئے اور کیوں بنے اور شہر ان پر کیوں آباد ہوئے تو ماہرین آرکیالوجی (Archeology) کا یہ نظریہ ہے کہ دراصل ایک بستی پیشتر ہی سے موجود ہوتی تھی۔ زمانے کے حوادث کی وجہ سے یہ بستی نیست و نابود ہو گئی۔ مگر جو لوگ بعد میں آئے انھوں نے موقع کو موافق پا کر اس جگہ ہی ڈیرہ لگا لیا اور اسی گری ہوئی بستی کے مکانوں کی اینٹوں سے ایک نیا شہر آباد کر دیا۔ یہ سلسلہ متواتر کئی ہزار سال تک جاری رہا۔ شہر گرتے رہے اور بنتے رہے۔ پھر

گرتے رہے اور پھر بنتے رہے۔ غرضیکہ اسی اصول کے مطابق جو شہر ان جگہوں پر آجکل موجود ہیں وہ کچھ بلندی پر واقع نظر آتے ہیں۔ یہ نہیں ہوا کہ وہاں پر پیشتر ہی سے کوئی بلندی تھی اور اس پر معماروں نے شہر کی تعمیر شروع کر دی بلکہ یہ ایک ارتقائی امر تھا۔[۱]

ہمارا یہاں اس کا ذکر کرنے سے مطلب صرف اتنا ہی تھا کہ لاہور واقعی ہندوستان کا ایک قدیم ترین شہر ہے اور اس کا نام مختلف وقتوں میں بدلتا رہا ہے مگر جو اس کا اولین لفظ ہے "لا" وہ کبھی نہیں بدلا! جس طرح مولنا کی یہ تحقیق ہے کہ لاہ سہ (لاسہ) بیت اللہ کو کہتے ہیں اور یہ جگہ آرین مذہب کا ایک قدیم مرکز تھا۔ اسی طرح میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب آرین اقوام کا ورود ہندوستان میں ہوا اور وہ وادی سندھ میں بڑھتے چلے آئے تو جب لاہور پہنچے تو انھوں نے اس کا نام "لاہ اُور" رکھا۔ یہ میرا ذاتی فکر ہے کہ جس وقت یہ اقوام یہاں پہنچی یا جس وقت اولین دفعہ یہ نام رکھا گیا تو اس کو تقریباً آج سے پانچ ہزار سات سو سال[۲] کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اب یہ سوال کہ اُور کا لفظ کہاں سے آیا اور اس کے معنی "بیت" کے کس طرح ہو گئے تو یہ میں ذیل میں اختصاراً عرض کرتا ہوں۔

قدیم تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ آرین لوگوں کا سیلاب[۳] جب ایران پر اُمنڈا تو وہ بہت عرصہ تک جاری رہا۔ ایسا نہیں ہوا کہ ایک ماہ یا ایک سال کے اندر یہ سیلاب وسط ایشیا یا قطب شمالی سے اٹھکر ایران میں آبیٹھا بلکہ اس ہجرت کو کئی صدیاں لگ گئیں۔ اور آرین قوم کے کئی گروہ مختلف وقتوں میں مختلف راستوں سے آتے رہے چنانچہ ان کا ایک گروہ اناطولیا میں داخل ہوا۔ جس کو تاریخ حتّی (Hittites) کے نام سے

---

[۱] اس میں شک نہیں کہ متعدد شہر اس قسم کے بھی موجود ہیں جو واقعی پہاڑیوں پر بنائے گئے تھے۔ عہد مغلیہ کے بہت سے شہر اب بھی موجود ہیں جو پہاڑیوں پر بنائے گئے تھے مگر یہ جو ٹیلے (Mound) جنکا ذکر میں نے کیا ہی ایک مختلف چیز ہے۔

[۲] اس نتیجہ پر میں کس طرح پہنچا یہ میں نے اپنی کتاب جو زیر تصنیف ہے اس میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

[۳] میرا ذاتی فکر ہے کہ آرین قطب شمالی کے باشندے تھے نہ کہ وسط ایشیا کے وسط ایشیا میں یہ ایران آنے سے پہلے آئے

پکارتی ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور گروہ تھا جو اناطولیہ میں تو داخل نہیں ہوا۔ مگر اناطولیا کے جنوبِ مشرق میں قابض ہو گیا تھا۔ یہ علاقہ انھوں نے فتح کیا تو اس کے حدود اربعہ تقریباً وہی ہیں جو اس علاقے کے تھے جس کو یونانیوں نے میڈیا (مادا) کے نام سے موسوم کیا۔ اس گروہ کا نام تاریخ میں میتانی (Mittani) لیا جاتا ہے اور یہ وہ میتانی ہیں جو آگے چل کر تاریخ میں ہُوری (Hurri) کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

دراصل میری تحقیق یہ ہے کہ یہ نہ تو ہورتے تھے اور نہ ہی ہوری ان کا اصل نام اُور تھا یا ہور، اور اس لفظ کا مطلب میری دانست میں (Settlen) یعنی آباد ہونے والا ہے۔ یہ وہی ہورتے تھے جنھوں نے آگے چل کر اُور کا شہر آباد کیا جو شط العرب پر واقع ہے اور جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ یہی زمانہ تھا کہ اسی گروہ کا کچھ حصہ وادی سندھ میں بھی پہنچا۔ جہاں آکر انھوں نے اپنی پیشتر ہی سے ساختہ تہذیب کا پرچار شروع کیا اور ہڑپا اور موہنجوداڑو کی آبادیوں کی بنیاد انھوں نے ڈالی۔ ہڑپا منٹگمری (پنجاب) کے نزدیک برلبِ راوی واقع تھا۔

کیا یہ امر قابلِ یقین نہیں کہ منٹگمری کے نزدیک تو یہ گروہ پہنچ گیا ہو مگر لاہور جس کی فضا اس سے بدرجہا اچھی ہے وہاں تک اس کی رسائی نہ ہوئی ہو؟ یقیناً وہ گیا اور وہاں پہنچکر اس نے لاہور کی بنیاد رکھی اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ اگر واقعی میں ایسا ہے جو کچھ بعید نہیں تو پھر لاہور دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک شہر ہے جو متواتر آباد رہا ہے، باوجودیکہ کئی مرتبہ تباہ و برباد بھی ہوا مگر پھر آباد ہوتا رہا۔

لاہور کو میرے نزدیک اس بات کا فخر حاصل ہے کہ وہ کرکوک اور اربیل کی طرح دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ میرا اپنا یہ فکر ہے کہ لاہور کا نام اول روز سے یہی ہے جو زبان کے اختلاف کی وجہ سے بدلتا رہا۔ اور آرین اقوام کا قدیم ترین مذہبی مرکز ہندوستان میں یہی ہے۔

چنانچہ اب ذرا لفظِ لاہور پر غور فرمائیے جس طرح لاسہ دراصل لاہ سہ ہے اسی طرح

لاہور بھی لاہ اُور ہے اور دونوں کا مطلب بیت اللہ ہوا۔ اگر تحت اللفظ لاہور کا ترجمہ کیا جائے مندرجہ بالا بیان کے مطابق تو معنی نکلتے ہیں "اللہ کا آباد کیا ہوا" تو پھر اللہ ہی کا گھر ہوا! یہی وہ اُور یا ہور (Hur) ہیں جو آجکل بھی صوبہ سندھ میں موجود ہیں۔ ان کا ذکر سکندر مقدونی کا مورخ پلوٹ آرک (Plutoch) بھی کرتا ہے اور ان کے متعلق کہتا ہے کہ یہ ہندوستان میں سب سے زیادہ بہادر اور جنگجو قوم ہے۔ یہ بحث نہایت دلچسپ اور لمبی ہے مگر طوالتِ تحریر اسوقت مدِ نظر نہیں۔ مجھے اس وقت ایک اور چیز پیش کرنا ہے اور وہ یہ ہے جو مولانا عبید اللہ سندھی نے اپنے اسی نوٹ میں بتائی ہے کہ مولانا حمید الدین مرحوم فرمانے لگے۔

"کہ خدا تعالیٰ کے نام کا یہ مادہ "لاہ" مذہبی دنیا کا قدیم ترین لفظ معلوم ہوتا ہے جو تمام مذاہب میں معمولی اختلاف سے مستعمل ہوتا رہا ہے"۔

اس میں بھی میرے نزدیک ایک حقیقت پنہاں ہے اور میں خود اس کے متعلق چند سال سے غور کر رہا تھا اور آخر کار ایک نظریہ قائم کر چکا تھا جسوقت "شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ" پڑھ رہا تھا اور جب محکمات اور متشابہات کی بحث پر پہنچا تو مجھے اسی وقت مولانا حمید الدین مرحوم کے الفاظ یاد آ گئے اور مجھے ان دونوں میں ایک گونہ مماثلت نظر آئی جو میں ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

صفحہ ۶۲ پر جہاں مولانا حروف مقطعات کے متعلق اشارہ کرتے ہیں تو اسی فصل میں کچھ ورق پیشتر وہ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ محکمات و متشابہات و مقطعات کے علم کا احاطہ کرنا ممکن ہے اور اس نتیجۂ فکر کو ابنِ تیمیہؒ کے نظریے سے ثابت کرتے ہیں۔ اور یہی نظریہ شاہ ولی اللہؒ بھی پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ علماء اسلام میں اس کا اختلاف رہا ہے جیسے خود مولانا اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ایسے بزرگوں کی تردید بھی کر دیتے ہیں۔ مگر مجھے مولانا کے تمام تر نظریہ سے اتفاق نہیں، میں ان کے مفہوم کو خوب سمجھتا ہوں اور جن الجھنوں کو وہ سلجھانا چاہتے ہیں۔ وہ بھی میرے پیشِ نظر ہیں، تاہم یہ کہ تمام مقطعات محکمات کا سمجھ لینا ممکن ہے۔ میرے نزدیک کچھ بعید سا معلوم ہوتا ہے

ہر شخص اپنی عقل کے مطابق ضرور کچھ نہ کچھ تغیر کرلیگا مگر اس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ سند ضرور ہونا چاہیئے

یہ بات کہ جبرئیلؑ یا آنحضرتؐ کو ان کی تاویل یا ان کے معانی کا پتہ تھا تو اس کے لئے احادیث سے ہمارے پاس شہادت موجود ہونی چاہیئے اور اگر نہیں تو پھر سند کیا ہوگی جس پر پرکھا جائے اور اگر یہ تصور کرلیا جائے کہ ان کے معانی کشف والہام سے معلوم ہو سکتے ہیں تو یہ ورثہ معدودے چند ہی کا ہے۔ تمام اس سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ البتہ ہر انسان اپنی استعداد و فہم کے مطابق جو کچھ اس کے متعلق سمجھے وہ اپنے دل میں رکھے یا صرف اسی کو سمجھائے جس کو سمجھنے کی اہلیت ہو جیسے خود مولانا ص ۶۲ پر فرماتے ہیں۔

"خواجہ صاحب کا بیان ہے کہ حروف مقطعات کی تفسیر سمجھانے میں انھوں نے اتنی احتیاط برتی کہ تاکید کردی کہ اس مجلس میں سوائے خواجہ محمد معصوم کے کوئی دوسرا نہ ہو"

قرآنِ کریم میں خود بہت سے اہم مسائل ایسے ہیں جن کے متعلق وہ تفصیل سے بحث نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات تو بحث کو بند کر دیتا ہے۔ اس میں بھی مصلحت ہے مگر ایسے واقعات کی تفصیل کرنا جن کے متعلق خود قرآن خاموش کر دیتا ہے کہاں کی عقلمندی ہے۔

مثال کے طور پر علم الغیب ہی لیجئے یا "روح" کا سوال جو اہلِ یہود نے آنحضرت صلعم سے کیا قرآن ہرگز اس کی تفصیں میں نہیں گیا۔ اور اس سے بہتر جواب اور ہو بھی نہ سکتا تھا انسانوں کیلئے زمانہ قدیم سے لوگ روح کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ مگر آج تک کوئی فلاسفر اس کی تشریح بھی نہ کرسکا کہ یہ کیا بلا ہے!

میرا مقصد اس سے صرف اتنا ہے کہ معدودے چند لوگ مقطعات و محکمات کے معانی جانتے ہوں گے اور ان کے لئے ان کا معلوم کرلینا آسان ہوگا مگر عوام کے لئے یہ ایک بہت محال مرحلہ ہے۔ میں اپنے موضوع سے دور نکلتا جاتا ہوں۔ بہتر ہے پہلے اسی کو ختم کرلوں، مولانا حمیدالدین مرحوم کا یہ بیان کہ

"خدائے تعالیٰ کے نام کا یہ مادہ دنیائے مذہب کا قدیم ترین لفظ معلوم ہوتا ہے"۔

تو ذرا اب غور فرمائیے۔ گیتا کا آغاز کس طرح ہوتا ہے "اوم" سے، یہ لفظ تین علامات[1] سے مرکب ہے (ا۔ و۔ م) یا A-O-M۔ انگریزی زبان میں جو اس کے ہجے مستعمل ہیں "OM." تو یہ غلط ہے۔ دراصل اردو کا "اوم" صحیح ترجمانی کرتا ہے سنسکرت کے لفظ کی۔ یہ لفظ بعینہٖ اسی طرح حروفِ مقطعات ہیں۔ جس طرح قرآنِ کریم کے حروفِ مقطعات، خاصکر سورۂ بقرہ کا آغاز "الم" ! بہت سے احباب کے لئے یہ ایک نئی چیز ہوگی۔ لیکن تصور سے غور کے بعد اس میں کچھ پیچیدگی نظر نہ آئے گی۔

اب ذرا غور فرمائیے کہ جو لفظ "اوم" ہے یہ ویدوں سے گیتا میں آیا۔ ویدوں میں "اوم" کے معنی بالکل وہی ہیں جو معنی قرآنِ کریم میں لفظ "رب" کے ہیں! اگر ہندو علماء نے جب اسی کی بحثوں میں پڑکر کہ حروفِ مقطعات کی تشریح ناممکن ہے اور تشریح کرنا چاہی تو فوراً ہی اصل راستے سے بھٹک گئے۔ نتیجہ کیا نکلا کہ ایک تثلیث کا نظریہ قائم ہوگیا جو کہ ویدوں میں موجود نہ تھا۔

بہت ہی حیرت کی بات ہے کہ تثلیث کا لفظ (Trinity) نہ تو انجیل میں نظر پڑتا ہے اور نہ ہی ویدوں اور اپنشدوں میں۔ اب ہندوؤں کی تثلیث کس طرح قائم ہوئی، جب ان کے حروفِ مقطعات (اوم) کی تشریح شروع ہوئی تو تشخیص یہ ٹھیری کہ "ا" وشنو (Vishno) کے لئے ہے، "و" شو (Shiva) کے لئے اور "م" برہما (Barhma) کے لئے ہے۔ گویا کہ اوم میں جو صفات تھیں وہ تین شخصیتوں میں منقسم ہوگئیں۔ ایک پیدا کرنے والا بن گیا، ایک ضروریات پورا کرنے والا بن گیا اور ایک خسارے والا۔ حالانکہ یہ تینوں مفہوم لفظ اوم کے اندر موجود ہیں اور آج تک موجود ہے۔

میرا مطلب صرف اس طرف اشارہ کرنیکا ہے کہ جس چیز کا ادراک ہماری عقل و فہم

---

[1] Symbol۔